

رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین

۱۴۱۰ھ

دو خطبوں کے درمیان دعاء کرنے کا بیان

تصنیف لطیف۔۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

۱۰ رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ (دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۴۰۸ از کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
۱۵ جمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ

اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعضے لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب باصواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر رفعِ خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہی شائع نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی خصوصاً دُعا سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بحال ترغیب و تاکید علی الاطلاق بے تحدید و تقیید بلایا اذ احادیث شریفہ نے اسے عبادت و مغز عبارت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اُس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دستِ مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو عینہ پرستے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگنا، صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا، مولانا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح

مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم (امام خطبہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جائے - ت) فرماتے ہیں :

لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء
او القراءۃ سرا و الاولی القراءۃ لروایۃ
ابن جہان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یقرأ فی جلوسہ کتاب اللہ الخ
نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا
قراءۃ کے علاوہ بات نہ کرے، قرارت اولیٰ ہے
کیونکہ ابن جہان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت
فرماتے تھے الخ (ت)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف
میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں :

واستفید من ہذان حال الجلوس بین الخطبتین
لا کلام فیہ لکن لیس فیہ نفی ان یدکر اللہ او
یدعوہ سرا۔
اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام
بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ
آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دعا بھی کی جائے (ت)

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں فرماتے ہیں :
ثم یجلس فلا یتکلم (جہرا فلا ینافی
روایۃ ابن جہان انہ کان یقرأ فیہ
ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ الخ)
اخروا مر۔
پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے
گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن جہان کے منافی
نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس (جلوس)
میں قرارت فرماتے تھے اور حافظ نے کہا اس کا مفاد
وہ جو پہلے بیان ہو چکا ہے - (ت)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات
میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمعہ فرمایا :

لہ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب الخطبہ والصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۷۰/۳
لہ فتح الباری شرح البخاری باب القعدۃ بین الخطبتین و یم الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۷/۳
لہ شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثانی فی ذکر صلوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۸۵/۴

ہی مابین ان یجلس الامام الی انت
تقضى الصلوة لہ
امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت
جمعہ ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا، شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے
رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ابن عبد البر نے حضرت عبداللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انہی ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام
سے ختم نماز تک ہے۔ یونہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے
روایت کیا ہے۔ ت) انہی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا
رواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ
ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز
تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ (اسے حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہر حال یہ وقت بھی
اُن میں داخل، تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے
دعا کرتی ہو جسے خطبہ سے مناسبت ہو تو اُس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح
مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود
ارشاد اقدس مابین ان یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جلسہ مراد رکھا
اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان
ساعت الجمعة کہ آن ساعت میان نشستن امام ست
بر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان
دو خطبہ مراد داشته الخ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے
بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے
سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔ علامہ طیبی
نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے
لیا ہے الخ (ت)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس
قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر

یتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعاً
گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو اس کے

علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (دت)

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول بعد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع تزیج و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دُعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب، تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا۔ رد المحتار میں ہے، اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ذکر کئے لا یجوز ان یصلوا علیہ بالیہرہ بل بالنقذ تو بالجہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے و علیہ الفتویٰ دہلیؒ اسی پر فتویٰ ہے۔ (دت)

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہبِ منع حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اُس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالات و باہر ہے کہ عدم درودِ خصوص، و درودِ عدمِ خصوص ہے، وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لئے عافیت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تحکم ہے بلکہ اس لئے کہ اذا خرج الامام خلاصۃ و لا کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ ت) پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انھیں بتا دیا جائے کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشیائے نزدیک اللہ عز و جل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہوگا حاشا للہ اللہ ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ ت) یہ اُن بدعتوں کی بد زبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا، جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان پر سرف سے جھگڑنے آئے گا،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون
اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (دت)

۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہدی دہلی	باب الحجۃ	۱ در مختار
۹۰۶/۱	” مصطفیٰ البابا مصر	”	۲ رد المحتار
		۲۲۴/۲۶	۳ القرآن

قول ارجح مخالفت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد درجہ ہیں و اجازت کی ہیں :

اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ بہ لحاظ خصوص وقت و رد اُس کا بھی نہیں ۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف بھر منوع ہے آہستہ میں عرج نہیں ، اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس سن کر آہستہ در و در پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے ،

جیسا کہ رملی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں ، در مختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے اھ اگرچہ قہستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں ، شامی کہتے ہیں کہ اس کا اپنا نفس سن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر لیں ہی کی ہے ، امام ابو یوسف سے مدی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے قہستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی التفک کیا ہے ان کے الفاظ میں اس کے ساتھ نطق نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماع فوت ہو جائیگا اھ اختصاراً ۔ رہا قہستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر یہی کی ہے ، اس سے ان کی مراد اس بعد کو دور کرنا ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل

كما قد مناعن الرملة وهو معنى ما في الدر المختار من قوله والصواب انه يصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند سماع اسمه في نفسه اھ وان مال القهستاني الى التاويل بالاخفاء خلافا لما في الجوهرية وغيرها من الكتب المعتبرة قال الشافعي ان بان يسمع نفسه او يصحح الحروف فانهم فسروا به وعن ابی یوسف قلبا كما في الكرماني قهستاني واقتصر في الجوهرية على الاخير حيث قال ولم ينطق به لانهما تدرك في غير هذا لحال والسمع يقوت اھ مختصراً واما قول القهستاني انهم فسروا به فانما مراد به دفع الاستبعاد عما اختار من التاويل فان ظاهر اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلك ربما اطلقوه وفسروا به اي بالاسرار

على القولين في تحديد ۴۔ میں تھا کیونکہ "فی نفسہ" ظاہراً الفاظ تو ارادہ

قلب پر وال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں، ان دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں - (ت)

ثالثاً امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے، اور امام محمد بن سلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگرچہ مفتی بر اس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال فی النہایۃ اذا کان بحیث لا یسمعوا لارویۃ
فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلفت
المشاخ المتأخرون فیہ فعن محمد بن
سلمۃ الانصات اولیٰ وعن نصیر بن یحییٰ
انہ کان بعیداً وکان یحکک شفتیہ بالقرآن
وفی العنایۃ ان الانصات مختاراً لکفرخی و
صاحب الہدایۃ وقال بعضهم قرأۃ القرآن
اولیٰ وهو اختیار الفضل

کا مختار ہے۔ بعض نے منسرایا، تلاوت قرآن اولیٰ ہے۔ فضلاء کے ہاں یہی مختار ہے۔ (ت)

رد المحتار میں فیض سے ہے، الاحوط السکوت وبہ یفتی (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر فترتی دیا جائے گا۔ ت)

رابعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام و نبوی منوع ہے دعا و ذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالت خطبہ میں بھی، اگرچہ جواب اس کے خلاف ہے کما تقدّر عن الدر (جیسا کہ در کے حوالے سے گزرا۔ ت) عبد الغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

اما ما بین المؤذنین علی دعاء الخطیب التوضی
عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر
خطیب کی دعا پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے
نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا

فليس هذا من الكلام العرفي بل هو من قبيل التسبيح ونحوه فلا يكره في الاصحاح وبنينا على هامشها ان هذا من اشتباه عارض له رحمه الله تعالى من تصحيح النهائية والعناية لتجوز الكلام الاخرى وانما كلامهما فيما قبل شروع الخطبة وبعدها لاحالها ثم هو ايضا لا يخلو عن نظر كما يظهر بمراجعة ما علقنا على هامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع كما افاده الزيلعي لذالميمش عليه في عامة الكتب المعتمدة كالبحر والنهر والدرر والمختار

یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسبیحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ نہایہ اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انہوں نے کلام اخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ بھی محمل نظر ہے جیسا کہ حاشیہ رد المحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتدہ میں اس مسئلہ کو اختیار نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نہر، در اور رد المحتار (د ت)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیاست میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اھ اسے قسمستانی نے نقل کیا ہے۔ (د ت)

علمائے محاطین تو ایسے مسائل اجتہاد میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تا بہ تفصیل و اکفار۔ سیدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں، ان المسئلة الواقعة كما هي الآن في جوامع بلادنا وغیرہ يوم الجمعة من المودنين متى امکن تخريجها على قول من الاقوال

۱۔ حقیقۃ النذیرہ نور ۳۲ الکلام فی حال الخطبہ
۲۔ جامع الرموز بحوالہ محیط فصل فی صلوٰۃ الجمعة
۳۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۳۰۹/۲
۴۔ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاوس ایران ۲۶۴/۱

فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمتکریجب مذہب یا دوسرے مسلک میں مکن ترویہ ایسا ناجائز
انکارہ والنہی عند وانما العتکر ما وقع نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، منکر
الاجماع علی حرمتہ والنہی عندہ تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی
تو یہ حضرات مابین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدہ
اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود
پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں، مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک
تشدد و شرع کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشنے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتھ
وا حکمہ

۱۴۰۹ھ از ہیل کتور ضلع اوٹکند مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض مآب جامع علوم تعلیم و عادی فنون عقلیہ علامہ دہر فہامہ حصر مولانا مولوی احمد رضا خاں
صاحب ادا م اللہ فیوضہ ادا سے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے
چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے
سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوالی جلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا التماس
خدمت فیض درجست میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین
ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع و منسوخ ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدر المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ
بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا
کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے، پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟ چونکہ آپ متوطن
بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کما فیغی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض
دھوکا دی عوام الناس سے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسنویت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتاب الہی و آثم و مستحق عذاب الہی ہو و العیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

مذہب نہ دُعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقتِ مرجوہ الاجابة جان کر دُعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغزِ عبادت و انجائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی کثیر پر بلا تفسید و تحدید نصوص قرآن عظیم احادیث متواترہ نبی رؤف رحم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تظافر شادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دُعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت و مشروعیت قرب اتفاقِ مذہبین حنفی و شافعی ہے۔ یونہی سامعین کے لئے جبکہ دُعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دُعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے، مذہبِ شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات استنثاء الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملہا بہا مطلقۃ فیہا کراہۃ التحذیم (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت مکروہ تحریمی ہے۔ ت) علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطر نج میں فرماتے ہیں :

الکراہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف
الی التذہیبیۃ لا التحذیمیۃ بخلاف مذہبنا۔
شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی
پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے
(اس میں تحریمی ہے)۔ (ت)

اور سکوتِ خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ وہیں الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام ابو یوسف
ار دہلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں :
لا یجب الاستماع وهو شغل السمع بالسماع
استماع واجب نہیں، اور استماع سے مراد کانوں
کو سماع میں مشغولی کرنا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

لا یحرم الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب
ولا علی المامومین السامعین وغیرہم
خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطیب پر نہ
مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے مثلاً

الامام و قال ابو يوسف ومحمد لا بأس
بالكلام اذا خرج قبل ان يخطب واذا نزل
قبل ان يكبر واختلفا في جلوسه اذا سكت
فعد ابي يوسف يباح لان انكراة للاخلال
بفرض الاستماع ولا استماع هنا ، وله
اطلاق الامام^۱ مع بعض اختصار -
مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں غفل کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی
دلیل امرکا اطلاق ہے اہ مختصراً (ت)

صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک
کلام سے مخالفت فرمائی، مشائخ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے
ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے، اوقات ثلاثہ میں دینی کی اجازت عام ہے، نہایہ وغناہ میں اسی کو اصح کہا،
ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا، مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا، امام ذیل نے یقین الحقائق میں
اسی کو احوط کہا۔

قلت واطلاقات المتن واکثر الكتب عليه
ماشية وعامة التفاسير عنه ناشية كما
يظهر من اجعة ما علقنا على رد المحتار
فهو اصح التصحيحين فيما علم كيف لا وقد
صرح المحققون ان الدنيوي مكروه اجماعا
فلولم ينهي الامام^۱ لاعنه لارتفع الخلاف مع
ان الكتب المعتمدة عن اخرها متظافرة على
اثباته -

میں کہتا ہوں کہ متون کے اطلاق پر اور اکثر کتب
اسی پر جاری ہیں اور عام تفریعات اس سے مستخرج
ہیں جیسا کہ چارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے
اور میرے علم کے مطابق دونوں تصحیحوں میں یہ اصح
ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی
ہے کہ کلام دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر امام
نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع
ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے
ثبوت سے مالا مال ہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام (جب امام آجائے تو

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ (ت) ہے،

اطلق في منع الكلام فشمّل التسبیح والذکر والقراءة وفي النهاية اختلف المشائخ على قول ابی حنیفة قال بعضهم انما كان مکروه ما کان من کلام الناس اما التسبیح ونحوه فلا وقال بعضهم کل ذلك مکروه و الاول اصح اه وکذا فی العناية وذكر الشارح ان الاحوط الانصات اه و یجب ان یکون محل الاختلاف قبل شروع فی الخطبة ویدل علیہ قوله "على قول ابی حنیفة" و اما وقت الخطبة فالکلام مکروه تحریرا ولو کان امرا بمعروف او تسبیحا او غیرہ کما صرح به فی الخلاصة وغیرها انتہی باختصار

منع کلام مطلقاً کہنا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قراءت کو بھی شامل ہوگا، نہایت میں ہے کہ مشائخ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروه ہے جو لوگوں کی (دنوی گفتگو) ہو۔ رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروه نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکروه ہے اور پہلا اصح ہے اور حنایہ میں بھی اسی طرح ہے، شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ "ابو حنیفہ کے قول پر" دلالت کر رہے اور خطبہ کے وقت کلام مکروه و تحریری ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے انتہی باختصار (ت)

طحاوی و رد المحتار بحث الفاظ اقامتیں ہے،

اس کا قول "اس کے علاوہ الفاظ" مثلاً احوط و اظہر ہیں۔ (ت)

قوله وغیرہا کے الاحوط والاظہر۔

رد مختار میں فتاویٰ خیرہ سے ہے،

بعض الالفاظ اکد من بعض فلفظ الفتوی اکد من لفظ المصباح والاحوط اکد من الاحتیاط اه مختصراً۔

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ فتویٰ، لفظ صحیح سے اور احوط احتیاط سے زیادہ مؤکد ہے اه مختصراً (ت)

۱۳۸/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر
۱۵/۱	مطبع مجتہد دہلی

باب صلوٰۃ الحجۃ	سہ بحر الرائق
خطبۃ الکتاب	سہ رد المحتار
"	سہ رد مختار

بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو اہل تصحیح پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف مشکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلہً محل اعتراض و انکار نہیں۔ بحر الرائق و درمختار وغیرہ میں ہے،

متی کان فی المسئلة قولان مصححان جاناں جب مسئلہ میں دو اقوال صحیح ہوں تو ان میں سے القضاء والافتاء باحدھما۔ ایک پر فتویٰ اور قضاء جائز ہوتی ہے۔ (دست)

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی هذا الباب والتفصیل فی فتاؤنا بعون الوہاب (اس مسئلہ میں یہ ہی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

رجبی مترجم و درمختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علما کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا ابوالقدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جماعت میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا، مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیٰ حضرت سید العلماء سند العرفا مولانا الجید قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مہر فرمائی یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مستفی بفقید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان سائل کے لئے یہاں منقول،

سوال: چرمی فرماہند علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قراءت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقات

قبولیت دعا سے ہے یا نہیں؟ اور دُعا مانگنا یا تمہ اٹھا کے مستحسن ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب: بیٹھنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدة
 بین الخطبتین يوم الجمعة میں مرقوم ہے:

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا
 عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر،
 قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یخطب خطبتین یقعہ بینہما۔
 مسدد نے ہیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں
 نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں
 کے درمیان بیٹھتے۔ (ت)

اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات عکسری میں بالقصریح بیان کیا ہے:
 والخاص عشر المجلس بین الخطبتین
 هكذا فی البحر الرائق ومقدار المجلس
 بینہما مقدار ثلث آیات فی ظاہر الروایة
 هكذا فی السراج الوہاج۔
 پندرہویں سنت دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہے
 اسی طرح بحر الرائق میں ہے، ان کے درمیان
 بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایة کے مطابق تین آیات
 کی تلاوت کی مقدار ہے۔ ایسے ہی سراج الوہاج
 میں ہے۔ (ت)

اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین
 کے اُس وقت مانگنا دُعا کا طیبی سے نقل کیا:
 وساعة الجمعة ارجى ذلك ووقتها ما بین ان
 یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى
 الصلوة۔
 اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی
 ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید
 قوی ہے قبولیت کی اور وقت ساعت جمعہ کا ہے

مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لئے تمام ہونے نماز تک، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے۔ (ت)
 ظاہر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے، اور وہی وقت
 حرمت کلام کا ہے غیر امام کو، کذا قال العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا۔ ت) اور طیبی نے بیٹھنے سے

۱۲۴/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب القعدة بین الخطبتین	صحیح البخاری
۱۳۴/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة	فتاویٰ ہندیہ
۲۱ ص	افضل المطابع لکھنؤ	اوقات الاجابة	حصن حصین

بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی، اور بھی صاحب فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے،

حيث قال الشكون عند الجلوس بين الخطبتين
حكاه الطيبي عن بعض شراح المصباح
ان کے الفاظ میں تیسواں مقام دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، اسی طیبی نے بعض شارحین مصابیح سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا،

العاشرا بين خروج الامام الى انت مقام
الصلوة الحادي عشر ما بين انت يجلس
الامام على المنبر الى ان تقضى الصلوة
الثاني عشر ما بين اول الخطبة والفراغ
منها الثالث عشر عند الجلوس بين
الخطبتين۔ (ت)

اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تاہم خانہ میں نقلاً عن العتبیہ مرقوم ہے،

ولو سكت الخطيب حين جلس ساعة فقال
ابويوسف يباح له التكلم في تلك الساعة۔
امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو مباح ہے (ت)

اور در مختار میں مثل اس کے مرقوم ہے، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الكتب بعد كتاب الله کے ہے بیچ باب رفع اليدين في الخطبة کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول، اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے

رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چار پائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاة (بکریاں) پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترک کرے ہم کو، پس دراز کئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی کہ:

حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز
عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس
قال بیئنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال
یا رسول اللہ هلك الکراع وهلك الشاة
فادع اللہ ان یسقینا قمیدیه ودعنا۔

چار پائے ہلاک ہو رہے ہیں بکریاں ہلاک ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا دئے اور دعا کی۔ (ت)

جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہو اور مانگنا دعا کا عین حالتِ خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے، پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل و علا کے، اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقوم بالا کے اور اکثر روایات معقبہ کے، اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمالِ مستحسن ہوگا، اور بھی بیچ مفتاح الصلوٰۃ کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر رسد آیات کے تعقیب سے اور سند اجابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مفتاح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے:

ورمیان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریقِ اولیٰ
جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آئندہ کہ
ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الا صام
فی الخطبة الی انت تقضى الصلوة کما
صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی
فی شرح مسلم وقال هو الصواب پس باید
درمیان دو خطبہ کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت دعا کرنا خصوصاً بطریقِ اولیٰ جائز ہونی چاہئے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتامِ نماز تک ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی

کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت
واردست کما فی المجتبی وغیرہ سبنا اتنا فی
الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب
النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیحہ
واقع گردد و اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقہ
دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان
نیز مستحب۔

صواب ہے لہذا امام کے بیٹھے کے وقت ، جو
ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی مقدار ہے
جیسا کہ مجتبیٰ وغیرہ میں ہے ، یہ دعا پڑھ لی جائے
اے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی
عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں
آگ کے عذاب سے بچائے تاکہ ظاہر الروایت
اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعائیں
ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقہ دعا کے موافق ہے
جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔

اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصین کے ایک آداب دعائیں رفع یدین
کو بسند حدیث تحریر کیا ہے و دفعہما مع وان یکون دفعہما حدیثا و المنکبین کذا معنی یعنی آداب دعا
سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے ، نقل کی یہ صحاح ستہ میں ، اور یہ کہ ہوسے ہاتھ
اٹھانا برابر ہونڈیوں کے ، نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و عاکم نے ، اس سے خوب واضح ہوا کہ دعائیں اٹھانا
ساتھ رفع یدین کے چاہئے ، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و
لائح ہوا کہ دعائیں اٹھانا اور ہاتھ نہ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب و
الیہ المرجع والمآب۔

احمد حسین بیگ غفر اللہ - محمد رضا علی خاں - سید یعقوب علی رضوی - خدییم اطلبہ سید محمد علی
سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عل وہ - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
اقم واحکم۔

منہ صغیر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

لے مفتاح الصلوٰۃ

لے حصین حصین آداب الدعاء

مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ

پھوٹی پڑھی جائے یا بڑی اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر، اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، یہ ہیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دُھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ، دوسری میں سورۃ منافقون، اور کبھی پہلی میں سبح اسمہ ربك الاعلیٰ اور دوسری میں هل ائتک حدیث الغاشیۃ ثابت ہے، اور حسب حاجت و مصلحت کی بیشی کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدرِ مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدرِ مسنون کا محض کسل کی وجہ سے ناگوار ہونا اُن کا قصور ہے جس میں وہ مستحقِ رعایت نہ اُس کے سبب ترکِ سنت کی اجازت، یاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لئے باعثِ تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ کو ثرو اخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم